ایمان کا پہلا درجہ وہ ہے جس کے ذیل میں عوام آتے ہیں یعنی وہ عوام جن کے معتقدات کا دارومدار محض تقلید پر ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرے درجے میں وہ علما آتے ہیں، جو دلائل و براہین کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔

۳۔ تیسرے درجے میں وہ ارباب حق شمار ہوتے ہیں، جو بلا کسی واسطے کے خدا کی ذات وصفات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

مصنف مرحوم نے مطالب کو دلچسپ بنانے کے لئے شاعری سے کافی کام لیا ہے چنانچہ مادھولال حسین کے ذکر میں عشق کے باب میں مرزا داغ کے اشعار نقل کئے ہیں۔ اور حضرت داتا گنج بخش اور حضرت میاں میر کا بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال نے ان بزرگوں کے بارے میں جو اشعار کہے تھے وہ بھی درج ہیں اس طرح یہ کتاب بڑی جاذب توجہ ہوگئی ہے۔ لیکن شروع سے لے کر آخر تک اس میں کتابت کی جو فاش غلطیاں ہیں، وہ بہت کھٹکتی ہیں مصنف نے صفحہ ۱۳۷ پر حضرت میاں میر صاحب کے ضمن میں مرہٹوں کی سرکوبی" کا ذکر کیا ہے، واقعہ یہ ہے اس وقت تک اس فتنے نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ اس لئے اقبال کے شعر "در دکن ہنگامہ ہا بسیار دار" کا اشارہ مرہٹوں کی طرف نہیں ہو سکتا۔

کتاب مجلد ہے۔ قیمت چھ روپے

ناشر مکتبہ ماحول ۹۔ بہادر شاہ مارکیٹ بندر روڈ کراچی

برگ نوخیز

(اردو زبان میں سانیٹ کا پہلا مجموعہ)

برصغیر پاک و ہند کے انتہائی جنوب مدراس میں "دارالتصنیف" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ ہے، جس نے تمنائی عزیز کے سانیٹوں کا زیر نظر مجموعہ اس قدر خوبصورت اور دل آویز طریقے سے چھاپا ہے کہ ہر شاعر اور ادیب اس پر رشک کرے گا اردو ٹائپ، طباعت، کاغذ اور جلد غرض ہر چیز اعلیٰ حسن ذوق کا ایک نمونہ ہے، اور جہاں تک اس مجموعے کے مواد شاعری کا تعلق ہے وہ بھی کچھ کم دل کو موہنے اور دماغ کو متاثر کرنے والا نہیں۔

اس سے پہلے اسی دارالتصنیف مدراس نے "خانوادۂ قاضی بدرالدولہ" کے نام سے جناب

مولانا محمد یوسف کوکن ریڈر شعبہ عربی و فارسی و اردو مدراس یونیورسٹی کی ایک بلند پایہ علمی تحقیقی کتاب شائع کی ہے، جو محض ایک علمی خانوادہ کی سرگزشت نہیں بلکہ وہ ایک مفصل صحیفہ ہے اُن علمی و دینی سرگرمیوں کا جو شمالی ہند کے علمی مرکزوں سے دُور مدراس جیسے دور افتادہ علاقے میں عرصہ دراز تک برسرکار رہیں۔ "خانوادۂ قاضی بدرالدولہ" مولانا محمد یوسف کے الفاظ میں "جنوبی ہند کا ایک مشہور و معروف خاندان ہے، جو نویں صدی ہجری کی ابتدا سے لے کر مسلسل دین اور علم کی خدمت کرتا ہوا چلا آرہا ہے تاریخ میں کوئی ایسا عالی شان خاندان نظر نہیں آیا جو اس طرح سترہ پشتوں سے اپنی علمی قدر و منزلت کو قائم رکھتے ہوئے دین اور علم کی زریں خدمات کرتا چلا جا رہا ہو۔ ۔ ۔ ۔ موجودہ دور میں ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی) کئی مشہور کتابوں کے مصنف اور متعدد یورپی زبانوں کے ماہر حال مقیم پیرس ا۔س) قاضی بدرالدولہ کے حقیقی پوتے ہیں" [۱]

یہ صنفِ شاعری جو داخلی کیفیات کے اظہار کے لئے زیادہ موزوں ہے، کیونکہ اس میں غزل کی اشاریت اس کا رچاؤ، اس کی گہرائی، اس کی پہنائی بھی موجود ہے۔ اور نظم کا تسلسل، اس کی ہم آہنگی اس کا داخلی اور خارجی تناسب، اس کا ڈرامائی انداز بھی۔ غزل اور نظم کی تمام اہم خصوصیات کا یہ حسین امتزاج سانیٹ کو ایک انوکھی خوبی ایک نرالی کشش عطا کرتا ہے۔"

سانیٹ دراصل غنائی داخلی شاعری کی ایک صنف ہے، جس کی ابتدا اطالیہ میں ہوئی، وہاں سے یہ فرانس پہنچی، اور فرانس سے برطانیہ، پھر ہمارے ہاں کے بعض شعرا نے اس صنف کو اپنایا۔ گو اُس وقت ان کا یہ تجربہ زیادہ کامیاب نہ ہوا، لیکن "برگِ نوخیز" پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ عزیز تمنائی کے یہ سانیٹ اردو شاعری میں ایک نئے باب کا افتتاح کر رہے ہیں۔ اردو کے مشہور نقاد پروفیسر سید احتشام حسین کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں :۔ برگ نوخیز کے سانیٹوں میں جذبات اور محسوسات کا اظہار تخیل اور فکر کی آمیزش کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان میں شاعر کے وہ خیالات اور افکار ہیں۔ جو اسے زندگی کے تجربوں سے حاصل ہوئے ہیں اور جنہوں نے اسے اظہار جذبات پر مجبور کیا ہے یہ خیالات

---

[۱] ۔ اس کتاب پر آئندہ کبھی مفصل تبصرہ کیا جائیگا۔ مولانا محمد یوسف کی ایک اور کتاب امام ابن تیمیہؒ بھی شائع ہو چکی ہے

فنی، سیاسی، ذاتی اور مفکرانہ ہر قسم کے ہیں، لیکن جذبے نے ان میں ایسی داخلیت پیدا کر دی ہے کہ ایک طرح کے انفرادی رنگ کا احساس ہونے لگتا ہے"

یہ سانیٹ ہر موضوع پر ہیں، "شاعر کے بیدار اور خلّاق ذہن نے وقت کے قدموں کی" جو بھی آہٹ سنی اس کے تاثرات کو بڑے حُسن کارانہ طریقے سے پیکر شعر میں ڈھالا ہے۔ اور کہیں جذبے کو بے لگام نہیں چھوڑا ہے، بلکہ ہر جگہ خیال انگیزی کی کوشش کی ہے" جو اس بات کا ثبوت ہے کہ "شاعر کے پاس ایک سوچنے والا ذہن اور محسوس کرنے والا دل موجود ہے"

عدم گنجائش کی وجہ سے یہاں "برگ نوخیز" میں سے زیادہ اقتباس نہیں دیئے جا سکتے، صرف چند اشعار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت کے شعر ملاحظہ ہوں۔

ہستی کو جس پہ ناز تھا وہ ہستیٔ عظیم
جس کا وجود باعث تخلیق کائنات
جس سے حریم ذات میں ہے جلوۂ صفات
وہ منتہا وہ منزل ہر راہ مستقیم
اس حسن بے مثال کے اوصاف کیا کہوں
خیر البشر کہوں، اسے خیر الوریٰ کہوں

"نئی نسل" کا ایک بند :-

اوہام کی زنجیر میں پابستہ خرد ہے
دل میں اثرِ پیچ و خم گیسوئے تشکیک
ایمان و یقین فہم و ذکا، قابل تضحیک
آزادیٔ افکار کی شاید یہ سند ہے
تشکیک ہی بنیاد ترقی کی ہے شاید
ظلمات کا اک نام تجلی بھی ہے شاید

"رنگ" کے عنوان کا ایک سانیٹ ہے، جس میں گلشن میں رنگ بہ رنگ پھولوں کے کھلنے

کا ذکر ہے۔ شاعر کے الفاظ ہیں۔

مگر سب پھول ہیں گلشن کے اور سب کا ہے اک مالی

اس کے بعد کے شعر یا مصرعے ملاحظہ ہوں۔

وہ مالی جس نے ذرہ ذرہ گلشن کا نکھارا ہے
وہی خالق، وہی مالک، وہی حاکم، وہی قادر
وہی باطن، وہی ظاہر، وہی اوّل وہی آخر
وہی روحِ گلستاں ہے لسے ہر پھول پیارا ہے
سکھائے اس نے اک اک پھول کو آداب آفاقی
تعجب ہے کہ پھر بھی امتیازِ رنگ ہے باقی

الغرض سانیٹوں کا یہ پورا مجموعہ شاعر کے فکر انگیز جذبات اور فن کارانہ مہارت کا ایک دل آویز نمونہ ہے۔

کتاب میں کوئی ۱۰۹ سانیٹ ہیں، ضخامت ۱۱۰ صفحے۔ قیمت ڈھائی روپے دارالتصنیف مدراس۔ ۱۲ نے اسے شائع کیا ہے۔

ا۔س

خدا کو کھو کے مردہ دل مسافرانِ وقت تھے
تڑپ تڑپ کے خود گلا وہ اپنا گھونٹنے لگے
حیات سوچتی رہی، بہار سوچتی رہی
چمن چمن میں روحِ برگ و بار سوچتی رہی
نہ جانے کب فروغ پائے گی نہادِ اضطراب
سوادِ شہر میں کب آئے گا خدائے انقلاب

"برگِ نوخیز"